تفسیر القرآن از سر سیّد احمد خان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

Tafsīr al-Qur'ān by Sir Syed Aḥmed Khān
An Analytical & Critical Study

ڈاکٹر محمد الیاس *

ABSTRACT

Sir Syed Aḥmed Khān belonged to a famous family of the subcontinent during the late Mughal and early British colonial period. He was famous for his close relations with the colonial government. He served many years in the judiciary. In recognition of his services, he was conferred upon with various titles such as Sir, The Imperial Advisor, etc. He is the founder of the educational campaign which was later known as the Aligarh movement.

He was worried about the future of Muslims in India. This worry forced him to produce various literary and Islamic books to uplift the political, cultural, educational and social status of the Indian Muslims. One of his famous contribution to Islamic literature of Quranic exegeses is his Tafsīr al-Qur'ān. His tafsīr is influenced by western thoughts. He, instead of following the traditional methodology of Quranic exegeses, tried to understand the Quranic verses rationally. This led him to deviate from many established concepts of Islamic doctrines. He went against the Muslims' affirmed beliefs in his exegesis. He mistrusted some of the basics of Islamic thoughts and tried his best to make new parameters of writing & reading of the Quranic exegesis on human logics. In addition, some of his views show certain relevance to the Mu'tazilites school of thought.

The aim of this paper is to present an analytical and a critical evaluation of the exegetical opinions of Sir Syed Aḥmed Khān, particularly on the issues where he deviated from the mainstream Islamic thoughts in his exegesis, Tafsīr al-Qur'ān.

Keywords: Tafsīr al-Qur'ān, Sir Syed Aḥmed Khān, Deviation, Western Thoughts, Mainstream Islamic Thought

* ۔ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ حدیث، کلیہ اصول الدین، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

ابتدائی حالات

سر سیّد احمد خان ۱۱ اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی کے ایک سادات خاندان میں پیدا ہوئے، جو شاہ جہاں کے عہد میں ہرات سے ہندوستان آکر بسا تھا اور سلاطین مغلیہ کے تحت کئی مناصب پر فائز رہا۔ آپ کے والد کا نام میر تقی تھا جو ایک درویش صفت بزرگ تھے۔ سر سید کی ابتدائی تعلیم و تربیت ان کی والدہ عزیز النساء بیگم کی زیر نگرانی زمانے کی ضروریات کے مطابق قدیم طرز پر ہوئی۔ جنہوں نے سر سید کی تعلیم و تربیت زمانے کی ضروریات کے مطابق کی۔ ۱۸۳۸ء میں سر سید دہلی میں منصفی کا امتحان پاس کر کے منصف ہو گئے۔ ۱۸۴۲ء میں بہادر شاہ ظفر کی طرف سے ان کو جواد الدولہ عارف جنگ کا خطاب ملا۔

دینی تعلیم کے لئے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے پوتے شاہ مخصوص اللہ اور مولانا مملوک علی نانوتویؒ سے زانوئے تلمّذ طے کئے، لیکن یہ سلسلہ متوسط کتابوں سے آگے نہ بڑھ سکا۔ بائیس سال کی عمر میں تھے کہ والد محترم سید تقی داغِ مفارقت دے گئے۔ سید صاحب کسبِ معاش کے سلسلے میں اپنے خالو خلیل اللہ خان سے صدر امین دہلی میں عدالت کا کام سیکھ کر ملازم ہو گئے، پھر کچھ عرصہ کمشنر آگرہ کے دفتر میں نائب منشی کی کرسی پر براجمان رہے، اسی دوران مختاری کا امتحان دے کر دسمبر ۱۸۴۱ء منصفی کا چارج سنبھال لیا، یوں درجہ بدرجہ ترقی کے منازل طے کرتے ہوئے عدالت میں جج کے عہدے پر فائز ہو گئے۔

سر سید کو مختلف خطابات اور اعزازات سے نوازا گیا۔ چنانچہ خان بہادر (Sir) شاہی مشیر (K.B) انڈیا کا امن جج (K.C) قانون کا ڈاکٹر (L.L.D) جیسے خطابات اور ڈگریوں سے نوازنے کے علاوہ دو پشتوں تک دو سو ماہانہ شاہی وظیفہ جاری کر دیا۔ سرکاری ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد زندگی کی تمام توانائیاں علی گڑھ یونیورسٹی کی ترقی کے لئے وقف کر دیں۔ عمر کے آخری حصہ میں ان کے روشن خیال صاحبزادے سید محمود نے انہیں گھر سے باہر نکال دیا، بالآخر ایک دوست کے ہاں پناہ لی اور اسی کے گھر میں ۲۸ مارچ ۱۸۹۸ء کو داعئ اجل کو لبیک کہا اور وہیں سے ان کا جنازہ نکلا۔[1]

علمی و ادبی و سیاسی خدمات

سر سید انیسویں صدی کے ہندوستان کی عظیم شخصیت رہبر و مصلح تھے۔ وہ مسلمانوں کے اخلاق، مذہب، معاشرتی زندگی، تعلیم، رسم و رواج اور زبان و ادب وغیرہ کی اصلاح کرنا چاہتے تھے۔ اس اصلاحی کوشش میں ان کو محسن الملک، مولوی چراغ علی، مولوی ذکاء اللہ، نذیر احمد حالی، شبلی نعمانی اور

مولوی زین العابدین جیسی شخصیتیں مل گئیں۔ جنہوں نے سر سید کے دوش بدوش اس عظیم مقصد کی تکمیل کی کوشش کی جس کے لئے سر سید نے اپنی پوری زندگی وقف کر دی۔ اس تحریک نے مسلمانوں کی بظاھر کایاپلٹ دی۔

سر سید کی شخصیت بڑی زمانہ شناس تھی۔ انہوں نے زمانے کا رنگ پہچان لیا تھا۔ جنگِ آزادی کی ناکامی کے بعد مسلمانوں کی سیاسی، تمدنی، تہذیبی اور معاشرتی زندگی کا نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ سر سید نے ایک مصلح قوم ہونے کی حیثیت سے اپنا مقصد حیات، مسلک زندگی اور لائحہ عمل متعین کر لیا اور تحریر و تقریر کے ذریعہ قومی و ملکی، مذہبی، معاشرتی، اخلاقی، علمی اور تعلیمی خدمات شروع کیں۔ انہوں نے علمی ذخیرہ آثارالصنادید کو آسان زبان میں شائع کیا۔

سر سید پیچیدہ سیاسی مسائل، مذہبی نکات، اور دشوار اصلاحی مباحث کو بھی نہایت صفائی، سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں۔ سر سید نے فلسفیانہ، سائنسی اور تنقیدی مضامین میں بھی سادگی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور ہر جگہ موضوع کی فطرت کے مطابق زبان استعمال کی ہے۔ انہوں نے کسی بحث میں بھی اصطلاحیں استعمال نہیں کی ہیں بلکہ ہر جگہ ان کی زبان عام فہم اور رواں ہے۔ ان کی تحریر کا جادو ہر شخص کو مسحور کر لیتا ہے۔ ان کا سب سے بڑا کمال اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب وہ کسی عملی مسئلہ پر بحث شروع کرتے ہیں اور ان کی بحث اتنی سادہ، رواں اور مدلل ہوتی ہے عامی شخص کا اسے تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔

سر سید کی مشہور تصانیف

سر سید کی طرزِ تحریر میں ان کی ہمہ گیر شخصیت ان کی زندگی اور ان کے ماحول کا مشترکہ ہاتھ تھا۔ سر سید پہلے ایک مصلح تھے پھر ایک ادیب۔ اپنی بات بہت خوب انداز سے دوسروں تک پہنچانا یہی حقیقت سر سید کے انداز کا راز ہے۔ انہوں نے اپنی نثر سے قومی اصلاح کا کام لیا ہے۔ یہی وجہ تھی جو سر سید کو سر سید کہا گیا۔

سر سید کی مشہور تصانیف میں درج ذیل ہیں۔

آثار الصنادید، آئین اکبری، تاریخ ضلع بجنور، رسالہ اسباب بغاوت ہند، تصحیح تاریخ فیروز شاہ، تبیان الکلام، تفسیر الکلام، خطباتِ احمدیہ، تفسیر القرآن۔ مقالہ ہذا میں سر سید کی مؤخر الذکر تصنیف یعنی

تفسیر القرآن کا علمی و تنقیدی جائزہ لیا جائے گا۔

وجہ تالیف تفسیر القرآن

سر سید نے جس معاشرے میں آنکھیں کھولیں، وہاں سیاسی اور اخلاقی انحطاط کے پہلو بہ پہلو عقل پرستی کی موجیں آب و تاب کے ساتھ رواں دواں تھیں، مغرب کا فلسفۂ عقل دینی عقائد اور الٰہیات میں دخیل ہو کر مسلمانوں کے نظریات پر براہِ راست حملہ آور تھا، اس نازک صورتحال سے نکلنے کے دو راستے تھے:

ایک یہ کہ عقل پرستی کسی طرح بھی وحی کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہے۔ کیونکہ عقل پرستی کا دائرہ کار حواسِ خمسہ اور تجربات تک محدود ہے۔ لہٰذا اسے اسلامی مسلّمات میں دخل اندازی کرنے کا حق نہیں پہنچتا

دوسرا یہ کہ ان عقل پرستانہ افکار و نظریات کو جوں کا توں اپنا کر دینی عقائد و مسلّمات کو حتی الامکان اس میں ڈھال لیا جائے۔

سر سید نے اسی دوسرے راستے کا انتخاب کیا۔

مغربی علوم عقلیہ کے مقابلے میں اسلامی عقائد و مسائل کو زندہ جاوید رکھنے کی کیا صورت ہے؟ اس کا حل تجویز کرتے ہوئے سر سید رقمطراز ہیں۔

> "جس مجموعہ مسائل واحکام واعتقادات وغیرہ پر فی زمانہ اسلام کا لفظ اطلاق کیا جاتا ہے، وہ یقیناً مغربی علوم (عقلیہ) کے مقابلے میں قائم نہیں رہ سکتا"[۲]

ایک دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں:

> "یا تو ہم علوم جدیدہ کو باطل ثابت کریں یا پھر انہیں اسلام کے مطابق کر کے دکھائیں"[۳]

غرض سر سید جو دین اسلام کی بقا اور امت مسلمہ کی طرف سے یہ بھاری فرض چکانے کے لئے اٹھے تو اس کی ابتداء قرآن کریم کی تفسیر سے کی، یہ تھا تفسیر کا اصل محرک اور پسِ منظر۔

لیکن صد افسوس! اس تفسیر میں علوم جدیدہ کو تو مشرف بہ اسلام نہ کر سکے، البتہ دینی عقائد و مباحث کو تحریف و تاویل کے تمام زاویوں سے گزار کر علوم عقلیہ کے مطابق کرنے کے تمام جوہر دکھا دیئے۔

تفسیر القرآن کا اسلوب و منہج

سر سید احمد کی یہ تفسیر جو تشنۂ تکمیل ہے اس کی چھ جلدیں سورۂ فاتحہ سے لے کر سورۂ اسراء تک سر سید کی زندگی ہی میں علی گڑھ کالج سے شائع ہوئیں' ساتویں جلد سورۂ کہف سے سورۂ طٰہٰ تک ان کی وفات کے بعد علی گڑھ بک ڈپو نے شائع کی۔ شاہ عبد القادر رحمہ اللہ کا ترجمہ ملحوظ رکھا ہے اور اسلوب و تعبیر کی معمولی تبدیلی کے ساتھ ترجمہ نقل کیا ہے۔

سولہ پاروں کی اس تفسیر میں دینی عقائد کے بیشتر مباحث آ گئے ہیں، احادیث، آثارِ صحابہ کرامؓ کو نظر انداز کر کے تورات و انجیل کے بیشتر مضامین کو ان پر واضح ترجیح دی گئی ہے، کیونکہ ان کے بقول یہ کتابیں تورات و انجیل محرف شدہ نہیں ہیں۔

یہ تفسیر جدید ذہن کو سامنے رکھ کر مرتب کی گئی ہے۔ مصنف نے جدید علوم کی مرعوبیت کی وجہ سے معجزات اور ملائکہ وغیرہ کے وجود کا میں تاویل کی راہ اختیار کی ہے، جس کی تردید اُس عہد کے تمام علماء نے کی۔

سر سید نے تفسیر القرآن کے لئے یہ معیار مقرر کیا کہ ان کی زندگی تک تاریخ اسلام کے تیرہ سو سال کے عرصہ میں اور تواتر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' تابعین اور علماء و اولیاء امت رحمہم اللہ سے قرآن کریم کی جو تفسیر منقول چلی آ رہی تھی سر سید نے اس جادۂ مستقیم کو چھوڑ کر اپنی محدود عقل اور ذاتی علمی ادراک کا خاصا سہارا لیا اور یہ تفسیر مرتب کی۔

سر سید نے خود لکھا ہے کہ:

"میں نے بقدر اپنی طاقت کے خود قرآن کریم پر غور کیا اور چاہا کہ قرآن کو خود ہی سمجھنا چاہئے"[۴]

چنانچہ سر سید نے اسلام کے متوارث ذوق اور نہج سے اتر کر خود قرآن کریم پر غور کیا اور نہ معلوم کس کس کو خوش کرنے کی خاطر اسلام کے نام پر اپنے نظریات سے اسلام کی عمارت تیار کرنا شروع کی' جس میں نہ ملائکہ کے وجود کی گنجائش ہے' نہ ہی جنت و دوزخ کا کہیں نشان ہے اور نہ جنات اور ابلیس کے وجود کا اعتراف ہے اور معجزات و کرامات تو ان کے نزدیک مجنونہ باتیں ہیں۔

سر سید احمد اپنے ان خیالات کو جو یوروپی مفکرین سے ماخوذ ہیں اور جن کی اتباع ان کے نزدیک قومی ترقی اور ملی فلاح کا ضامن ہے، درج کیا ہے اور اس کے لیے ان آیات و احادیث و اقوال علماء کو اپنی

تائید میں پیش کیا ہے، جن کا ان کی آراء سے دور کا بھی واسطہ نہیں، اس لیے یہ کہنا درست ہو گا کہ موصوف نے صریح تحریف معنوی سے کام لیا ہے؛ یہاں تک کہ نبوت کو ایک کسبی چیز قرار دیا، سر سید کے ان ہی افکار کی وجہ سے ان کے بعض معاصر علماء نے ان کی تکفیر کا بھی فتویٰ دیا ہے۔

''تفسیر القرآن'' کا نیا ایڈیشن ۱۹۹۸ء کو دوست ایسوسی ایٹس کی طرف سے شائع ہوا جو سولہ پاروں، سات حصوں، ایک ہزار تین سو اٹھاسی صفحات پر مشتمل ہے۔

سر سید کی تفسیر پر اہلِ علم کے تبصرے

۱-نواب سید مہدی علی خان

سر سید کے دوست نواب سید مہدی علی خان ایک خط میں سر سید کو مخاطب ہوتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> "آپ نے مسلمان مفسرین کو تو خوب گالیاں دیں اور برا بھلا کہا اور یہودیوں کا مقلد بتایا مگر آپ نے خود اس زمانے کے لامذہبوں کی باتوں پر ایسا یقین کر لیا کہ ان کو مسائل محققہ، صحیحہ یقینیہ قرار دے کر تمام آیتوں کو قرآن کے مؤوّل کر دیا اور لطف یہ کہ آپ اسے تأویل بھی نہیں کہتے (تأویل کو تو آپ کفر سمجھتے ہیں) بلکہ صحیح تفسیر اور اصلی تفسیر قرآن کی سمجھتے ہیں، حالانکہ نہ سیاقِ کلام، نہ الفاظِ قرآنی، نہ محاوراتِ عرب کی اس سے تائید ہوتی ہے"(۵)

۲-مولانا عبد الحق حقانی

مولانا عبد الحق حقانی اپنی '' تفسیر حقانی'' کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں:

> "دراصل یہ کتاب تحریف القرآن ہے نہ کہ تفسیر القرآن"(۶)

چنانچہ حقانی صاحب جابجا اسے ''تحریف القرآن'' کے نام سے ہی یاد کرتے ہیں۔

۳-الطاف حسین حالی

علامہ الطاف حسین حالی تفسیر القرآن پر سر سید کے دوستوں کا ردِّ عمل یوں بیان کرتے ہیں۔

"آخر عمر میں سر سید کو باوجود وثوق کے جو کہ ان کو اپنی آراء پر تھا اور حد اعتدال سے متجاوز ہو گیا تھا، بعض آیاتِ قرآنی کے وہ ایسا معنی بیان کرتے تھے جن کو سن کر تعجب ہوتا تھا کہ کیونکر ایسا عالی دماغ ان کمزور اور بودی تاویلوں کو صحیح سمجھتا ہے، ہر چند کہ ان کے دوست ان تاویلوں پر ہنستے تھے، مگر وہ کسی طرح اپنی رائے سے رجوع نہ کرتے تھے"(۷)

۴-ڈپٹی نذیر احمد دہلوی

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی سر سید کی تفسیر پر اپنا مؤقف بیان کرتے ہیں۔

"مجھ کو ان کے معتقدات بأسرھا تسلیم نہیں، سر سید احمد خان کی تفسیر ایک دوست کے پاس دیکھنے کا اتفاق ہوا، میرے نزدیک وہ تفسیر "دیوانِ حافظ" کی ان شروح سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی جن کے مصنفین نے چوتڑوں سے کان گانٹھ کر سارے دیوان کو کتابِ تصوف بنانا چاہا، جو معانی سر سید احمد خان صاحب نے منطوق آیات قرآنی سے اپنے پندار میں استنباط کئے اور میرے نزدیک زبردستی مڑھے اور چپکائے، قرآن کے منزّل من اللہ ہونے سے انکار کرنا سہل ہے اور ان معانی کو ماننا مشکل..... یہ وہ معانی ہیں جن کی طرف نہ خدا کا ذہن منتقل ہوا، نہ جبرئیل حاملِ وحی کا، نہ رسول کا، نہ قرآن کے کاتب و مدوّن کا، نہ صحابہ کا، نہ تابعین کا، نہ تبع تابعین کا، نہ جمہور مسلمین کا"(۸)

۵-علامہ سید محمد یوسف بنوری

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری نے "یتیمۃ البیان" میں سر سید کو "غلاۃِ معتزلہ" میں شمار کیا ہے۔(۹)

تفسیر القرآن از سر سید احمد کا علمی محاکمہ

تفسیر القرآن از سر سید احمد خان سر سید کی تحریفات سے پردہ اُٹھانے والی درج ذیل تفاسیر و کتب ہیں۔

۱۔ تنقیح البیان از سید ناصر الدین محمد ابو المنصور، نصرۃ المطابع کی طرف سے ۱۲۹۷ھ کو دہلی میں شائع ہوئی۔

۲۔ تصفیۃ العقائد از مولانا محمد قاسم نانوتوی جو کہ سر سید کے فلسفہ "تفوقِ عقل" کی تردید میں لکھا گیا ایک مکتوب جو سات صفحات پر مشتمل ہے۔

۳۔ مقدمہ تفسیر حقانی از علامہ عبد الحق حقانی، جس میں سر سید کے افکار و نظریات پر شاندار تنقی ہے یہ مقدمہ دو سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

۴۔ مقدمہ احسن التفاسیر از سید احمد حسن، میں سر سید کی تردید پر مختصر مگر جامع مانع بحث ہے۔

۵۔ تفسیر ثنائی از مولوی ثناء اللہ، میں سر سید کی تحریفات کا جواب عقلی اور نقلی طریقے سے دیا گیا ہے

۶۔ یتیمۃ البیان از علامہ سید محمد یوسف بنوری، میں سر سید کی تفسیر اوران کے افکار و نظریات پر جامع و مانع تبصرہ موجود ہے۔

۷۔ حرفِ قرآن از مولانا سید تصدق بخاری، میں سر سید کی تفسیر پر ناقدانہ تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

۸۔ الانتباہات المفیدۃ عن الاشتباہات الجدیدۃ از حکیم الامت حضرت تھانوی، جو بعد ازاں مولانا مصطفی خان بجنوری کی تشریح اور تسہیل کے ساتھ "اسلام اور عقلیات" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔

۹۔ عمدۃ البیان از ابو عمار علی، اپنے موضوع پر شاندار کتاب ہے۔

سر سید کے تفسیری اصول کا جائزہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ سر سید نے تحریف و تأویل کا اکثر و بیشتر سامان معتزلہ کے فکری ملبے سے مستعار لیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کی ہر ادا میں رنگِ اعتزالی جھلکتا ہے، درج ذیل سطور میں سر سید کے چند تفسیری اصولوں کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ جو در حقیقت معتزلہ کے اصولوں سے کشید کنندہ ہیں۔

سر سید کا پہلا تفسیری اصول

"عقل اور نقل میں تعارض کی صورت میں عقل کو ترجیح حاصل ہو گی" (۱۰)

سر سید نے معتزلہ کے اس اصول کو اپنی تفسیر میں جا بجا استعمال کر کے دینی عقائد کے پورے ڈھانچے کو تبدیل کر کے رکھ دیا، اور ملائکہ، جنّات وشیاطین، جنت و جہنم، حشر و نشر، رؤیتِ باری تعالیٰ وغیرہ میں تحریف صرف اس لئے کر دی کہ یہ چیزیں عقل میں پوری نہیں اترتیں، کیونکہ عقل یہ تسلیم کرنے سے قاصر ہے کہ ملائکہ، جنات وشیاطین انسانوں سے میل جول رکھنے والی مخلوق ہو اور نظر نہ آئے۔

سر سید نے دین اسلام کو عقل کے ترازو میں تول کر مسلماتِ دین کا انکار کیا اور قرآن کریم میں جہاں معجزات یا مظاہر قدرت خداوندی کا ذکر ہے اس کی تاؤیل کر کے عقلی تشریح کی ہے۔

جنت و جہنم کے قبول کرنے میں تحریف

تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ جنت و جہنم حق، اور ثابت ہیں اور دونوں پیدا کی جا چکی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴾ (۱۱)

ترجمہ: تم اس جنت کے وارث اپنے ان اعمال کی وجہ سے ہوئے ہو جو تم دنیا میں کرتے رہے۔

جہنم کے وجود کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴾ (۱۲)

ترجمہ: یہ وہی جہنم ہے جس سے تم کو ڈرایا جاتا رہا تھا۔

سر سید جنت و جہنم دونوں کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

"یہ مسئلہ کہ بہشت اور دوزخ دونوں بالفعل مخلوق و موجود ہیں، قرآن سے ثابت نہیں" (۱۳)

سر سید نے نہ صرف جنت کا انکار کیا بلکہ مذاق بھی اڑایا اور خرابات (شراب خانوں) کو جنت سے ہزار درجے بہتر قرار دیا۔ آپ لکھتے ہیں:

"یہ سمجھنا کہ جنت مثل باغ کے پیدا کی ہوئی ہے اس میں سنگ مرمر کے اور موتی کے جڑاؤ محل ہیں۔ باغ میں سرسبز و شاداب درخت ہیں دودھ و شراب و شہد کی نالیاں بہہ رہی ہیں ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے، ایسا بیہودہ پن ہے جس پر تعجب

ہوتا ہے اگر بہشت یہی ہو تو بے مبالغہ ہمارے خرابات (شراب خانے) اس سے ہزار درجہ بہتر ہیں"[۱۴]

ایک دوسری جگہ سر سید جنت و جہنم کو نیکی کرنے اور بدی سے رکنے کا ترغیبی حربہ قرار دیا ہے۔ اور لکھتے ہیں:

"جنت و جہنم کا تذکرہ در حقیقت معروف کو بجالانے اور نواہی سے بچانے کا ایک ترغیبی حربہ ہے"[۱۵]

فرشتوں کے قبول کرنے میں تحریف

فرشتوں پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے اور قرآن و سنت میں بار بار فرشتوں کے وجود کی صراحت ملتی ہے۔ ان کے انکار سے نہ صرف اسلام کے بنیادی ارکان کی نفی ہوتی ہے بلکہ قرآن و سنت کے اثبات کا انکار لازم آتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولِي أَجْنِحَةٍ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾[۱۶]

ترجمہ: تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا اور فرشتوں کو پیغام رساں مقرر کرنے والا ہے (ایسے فرشتے) جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار بازو ہیں۔

اس طرح قرآن پاک اور احادیث میں ہے کہ مختلف غزوات کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کو بھیجا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾[۱۷]

ترجمہ: جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے عین اس وقت تمہاری مدد فرمائی تھی جب کہ تم نہایت گری ہوئی حالت میں تھے اس لیے اللہ ہی سے ڈرو! (نہ کسی اور سے) تاکہ تمہیں شکر گزاری کی توفیق ہو۔

سر سید اس کے منکر ہیں اور اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"بڑا بحث طلب مسئلہ اس آیت میں فرشتوں کا لڑائی میں دشمنوں سے لڑنے کے لئے اترنا ہے، میں اس بات کا بالکل منکر ہوں' مجھے یقین ہے کہ کوئی فرشتہ لڑنے کو سپاہی بن کر یا گھوڑے پر چڑھ کر نہیں آیا، مجھ کو یہ بھی یقین ہے کہ قرآن سے بھی ان جنگجو فرشتوں کا اترنا ثابت نہیں"[۱۸]

ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:

"قرآن مجید سے فرشتوں کا ایسا وجود جیسا مسلمانوں نے اعتقاد کر رکھا ہے ثابت نہیں ہوتا"(۱۹)

آگے لکھتے ہیں۔

"اس میں شک نہیں کہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تھے، انسان تھے اور (وہ) قوم لوط کے پاس بھیجے گئے تھے۔ علماء مفسرین نے قبل اس کے کہ الفاظ قرآن پر غور کریں یہودیوں کی روایتوں کے موافق ان کا فرشتہ ہونا تسلیم کر لیا ہے، حالانکہ وہ خاصے بھلے چنگے انسان تھے"(۲۰)

مزید آگے چل کر لکھتے ہیں:

قرآن کریم میں ملائکہ سے مراد انسان کے قوائے ملکوتی اور شیطان سے مراد قوائے بہیمی ہیں"۔(۲۱)

اسی طرح قرآن پاک میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ذکر آتا ہے۔

﴿مَن كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ﴾(۲۲)

ترجمہ: جو کوئی مخالف ہو اللہ کا یا اس کے فرشتوں کا یا اس کے پیغمبروں کا یا جبرائیل کا اور میکائیل کا تو اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کا مخالف ہے۔

اسی طرح کئی ایک احادیث میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کبھی انسانی شکل میں بارگاہ نبوی میں تشریف لاتے تھے۔ حدیث جبرائیل" میں جب سوالات کرنے کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لے گئے تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

((فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ))(۲۳)

ترجمہ: یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے، تم کو تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

سر سید حضرت جبرائیل علیہ السلام کے وجود کے انکار میں لکھتے ہیں:

"ہم بھی جبرائیل اور روح القدس کو شئ واحد تجویز کرتے ہیں، مگر اس کو خارج از خلقتِ انبیاء جداگانہ مخلوق تسلیم نہیں کرتے، بلکہ اس بات کے قائل ہیں کہ خود انبیاء علیہم السلام میں جو ملکہ نبوت ہے اور ذریعہ مبدء فیاض سے ان امور کے

اقتباس کا ہے جو نبوت یعنی رسالت سے علاقہ رکھتے ہیں، وہی روح القدس ہے اور وہی جبرائیل ہے "(۲۴)

اس عبارت میں سر سید نے اس بات کا انکار کیا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کوئی خارجی وجود ہے بلکہ ان کے نزدیک یہ رسول علیہ السلام کی طبیعت میں ودیعت کردہ ایک ملکۂ نبوت کا نام ہے۔

جنات وشیاطین کے قبول کرنے میں تحریف

جنات وشیاطین کا وجود قرآن وسنت سے ثابت ہے اور کسی بھی مسلمان کے لئے اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ مگر سر سید اس کا انکار کرتے ہیں وہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے ماتحت جنات کے کام کرنے کے قرآنی واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں۔

"ان آیتوں میں "جن" کا لفظ آیا ہے اس سے وہ پہاڑی اور جنگلی آدمی مراد ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاں بیت المقدس بنانے کا کام کرتے تھے اور جن پر بسبب وحشی اور جنگلی ہونے کے جو انسانوں سے جنگلوں میں چھپے رہتے تھے اور نیز بسبب قوی اور طاقتور اور محنتی ہونے کے "جن" کا اطلاق ہوا ہے پس اس سے وہ جن مراد نہیں جن کو مشرکین نے اپنے خیال میں ایک مخلوق مع ان اوصاف کے جو ان کے ساتھ منسوب کئے ہیں مانا ہے اور جن پر مسلمان بھی یقین کرتے ہیں"(۲۵)

اسی طرح شیطان کا الگ مستقل وجود تسلیم نہیں کرتے بلکہ انسان کے اندر موجود شر انگیز صفت کو شیطان قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"انہیں قویٰ کو جو انسان میں ہے اور جن کو نفس امارہ یا قوائے بہیمیہ سے تعبیر کرتے ہیں، یہی شیطان ہے "(۲۶)

رؤیتِ باری تعالیٰ کے قبول کرنے میں تحریف

رؤیتِ باری تعالیٰ کے متعلق لکھتے ہیں:

"خدا کا دیکھنا دنیا میں نہ ان آنکھوں سے ہو سکتا ہے اور نہ ان آنکھوں سے جو دل کی آنکھیں کہلاتی ہیں اور نہ قیامت میں کوئی شخص خدا کو دیکھ سکتا ہے "(۲۷)

رفع کوہِ طور کے قبول کرنے میں تحریف:

واقعہ رفع کوہِ طور، سرکش یہود کے خلاف اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہے اور جس پر سارے مفسرین کا اتفاق ہے کہ کوہِ طور کو اٹھا کر یہود کے سروں پر لا کر کھڑا کیا گیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ﴾ (۲۸)

ترجمہ: یہود سے جب عہد و پیماں لیا جارہا تھا تو اس وقت کوہِ طور کو ان کے سروں پر اٹھا کر لا کھڑا کر دیا تھا۔

سر سید اس واقعہ کا نہ صرف انکار کرتے ہوئے آیت کی غلط تاویل کرتے ہیں بلکہ نہایت ڈھٹائی کے ساتھ مفسرین کا مذاق بھی اڑاتے ہیں اور اسے لغو اور بیہودہ واقعہ قرار دیتے ہیں۔

وہ لکھتے ہیں:

"مفسرین نے اپنی تفسیروں میں اس واقعہ کو عجیب و غریب واقعہ بنا دیا ہے اور ہمارے مسلمان مفسر عجائباتِ دور از کار کا ہونا مذہب کا فخر اور اس کی عمدگی سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے تفسیروں میں لغو اور بیہودہ عجائبات (یعنی معجزات) بھر دی ہیں بعضوں نے لکھا ہے کہ کوہِ سینا کو خدا ان کے سروں پر اٹھالایا تھا کہ مجھ سے اقرار کرو نہیں تو اسی پہاڑ کے تلے کچل دیتا ہوں یہ تمام خرافات اور لغو اور بیہودہ باتیں ہیں"(۲۹)

ان کا دعویٰ ہے کہ پہاڑ کو ان کے سروں پر لا کھڑا نہیں کیا گیا تھا بلکہ وہ پہاڑ آتش فشانی کے سبب لرز رہا تھا اور یہود کو محسوس ہو رہا تھا کہ گویا پہاڑ ان کے سروں پر گر پڑے گا۔

مزید آیت کی غلط تاویل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"پہاڑ کو اٹھا کر بنی اسرائیل کے سروں پر نہیں رکھا تھا، آتش فشانی سے پہاڑ ہل رہا تھا اور وہ اس کے نیچے کھڑے رہے تھے کہ وہ ان کے سروں پر گر پڑے گا"(۳۰)

سوال یہ ہے کہ آتش فشانی اور پہاڑ کے لرزنے کا بیان آپ نے کس آیت اور کس حدیث کی بناء پر کیا ہے۔ اگر آپ کے پاس کوئی نقلی ثبوت نہیں ہے اور یہ اس کی اپنی عقلی اختراع ہے تو جمہور مفسرین کے مقابلے میں ایسی عقل پر افسوس۔

واقعۂ معراج کے قبول کرنے میں تحریف

رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ واقعۂ معراج (یعنی اپنے جسم مبارک کے ساتھ سات آسمانوں پر جانا) ہے۔ سر سید نے یہاں بھی عقل کو معیار بنایا اور مبہمات اور مخفی علوم میں اپنی عقل لڑا کر تشریحات اور تاویلیں کرنی شروع کر دیں۔

سر سید لکھتے ہیں:

"ہماری تحقیق میں واقعہ معراج ایک خواب تھا جو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تھا"(۳۱)

معجزہ اسی کو کہتے ہیں جسے عقل سمجھنے سے قاصر ہو۔ اگر اسے خواب یا تصور کا واقعہ قرار دیں تو معجزہ نہیں کہلایا جاسکتا کیونکہ خواب اور تصور میں کوئی بھی شخص اس قسم کا واقعہ دیکھ سکتا ہے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ کا واقعہ معراج تب معجزہ بنے گا جب ہم یہ مان لیں گے کہ آنحضرت کو معراج جسم اور روح دونوں کو معراج ہوئی تھی اور اسی پر امت کا اجماع ہے۔ اگر واقعہ معراج خواب کا واقعہ ہوتا تو کفار و مشرکین تو کبھی بھی آپ کے ساتھ اتنی حجت بازی نہ کرتے۔

سر سید کا دوسرا تفسیری اصول

"اس دنیا کا ہر فعل تعلیل و تسبیب کے ہمہ گیر قانون پر استوار ہے"(۳۲)

سر سید اس اصول کو قانونِ فطرت سے تعبیر کرتے ہیں، اس نظریہ کی بنیاد پر انہیں نیچری کہا جاتا ہے، سر سید نے اس اصول سے سب سے پہلا وار معجزات و کرامات پر کیا، کیونکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک یہ تمام امور علّت معلول کی قید سے آزاد ہو کر خرقِ عادات کے طور پر اس دنیائے آب و گِل میں وجود پذیر ہوتے ہیں، لیکن سر سید خود ساختہ قانونِ فطرت کے پیشِ نظر ان خرقِ عادات امور کو تسلیم نہیں کرتے، ان کا دعویٰ ہے کہ قرآن مجید میں کسی معجزے کا ذکر نہیں۔(۳۳)

ان کے نزدیک ذرّہ سے لے کر پہاڑ تک، قطرہ سے لے کر سمندر تک کوئی چیز اس سے مستثنیٰ نہیں، کائنات کے ہر حصہ میں اسی قاعدے اور قانون کی حکمرانی ہے، یہ ایسا اٹل قانون ہے کہ اس کا انحراف خدا بھی نہیں کر سکتا۔(۳۴)

اس دعویٰ کو سچا ثابت کرنے کے لئے جو طرز و طریقہ اختیار کیا ہے، اس کے ڈانڈے صراحۃً تحریف سے جا ملتے ہیں۔ اس اصول کی بنیاد پر انہوں نے آنحضرت ﷺ کے معراج کا انکار کر دیا۔

ایک جگہ آپ لکھتے ہیں:

"حضور اکرم ﷺ کو معراج جسمانی نہیں، روحانی اور منامی ہوا تھا"(۳۵)

ان کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش قانونِ فطرت کے مطابق والد کی موجودگی میں ہوئی تھی۔(۳۶)

نیز انہیں آسمان پر اٹھائے جانے کا تعلق جسم سے نہیں، روح اور درجات سے تھا۔(۳۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا ہی نہیں گیا، بدر کے میدان میں ملائکہ کے براہِ راست شریک ہونے کی کوئی حقیقت نہیں۔(۳۸)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قوم کو لے کر دریا پر پہنچے تو اس وقت اتفاقاً دریا کا پانی اترا ہوا تھا، اس لئے بسلامت گزر گئے، جب فرعون بمع لشکر کے دریا میں اترا تو اس وقت پانی چڑھا ہوا تھا، اس لئے غرقاب ہو گیا۔(۳۹)

تحریف کے یہ نمونے سر سید کے خود ساختہ اصولِ فطرت نے جنم دیئے، ان خرقِ عادات امور کو فطرت میں ڈھالنے کے لئے سر سید کی عقلِ نارسا نے تحقیق کے جن زاویوں سے کام لیا ہے، اسے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔

مثلاً قرآنِ کریم میں بصراحت مذکور ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکمِ الٰہی سے ایک مخصوص پتھر پر لاٹھی ماری تو اس سے پانی کے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ﴾ (۴۰)

ترجمہ: تو ہم نے کہا: مار اپنے عصا کو پتھر پر سو بہہ نکلے اس سے بارہ چشمے۔

اس معجزے کو قانونِ فطرت میں ڈھالنے کے لئے سر سید خان نے جو خامہ فرسائی کی ہے، اسے بھی ملاحظہ فرمائیں:

> "حجر کے معنی پہاڑ کے ہیں اور ضرب کے معنی رفتن (چلنا) پس صاف معنی " اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ، کے ہوئے اپنی لاٹھی کے سہارے پہاڑ پر چل، اس پہاڑ کے پرے ایک مقام ہے جہاں بارہ چشمے پانی کے تھے، خدا نے فرمایا: " فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا "یعنی اس سے پھوٹ نکلے بارہ چشمے"(۴۱)

عربی زبان سے ادنی سی بھی واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ "حجر" بول کر پہاڑ مراد نہیں لیا جاتا اور "ضرب" بمعنی رفتن (چلنا) اس وقت ہوتا ہے جب کے صلہ میں لفظ "فی" ہو، معلوم ہوتا ہے کہ سر سید عربی قواعد سے شاید بالکل نابلد ہیں۔

سر سید کا تیسرا تفسیری اصول

"آپ کے ہاں تفسیر کے لئے اَحادیثِ نبویہ، آثارِ صحابہ کرامؓ اور مفسرین کے اقوال کی چنداں حاجت نہیں"(۴۲)

چنانچہ سر سید کی معتبر سوانح "حیاتِ جاوید" جسے علامہ شبلی نعمانیؒ نے "مدلّل وحی" قرار دیا۔(۴۳) اس میں الطاف حسین حالی لکھتے ہیں:

> "پس انہوں نے جیسا کہ حضرت عمرؓ سے منقول ہے: "حسبنا کتاب اللّٰہ" کہہ کر اپنے جدید علم کلام کا موضوع اور اسلام کا حقیقی مصداق صرف قرآن مجید کو قرار دیا اور اس کے سوا تمام مجموعۂ حدیث کو اس دلیل سے کہ ان میں کوئی حدیث مثل قرآن کریم کے قطعی الثبوت نہیں ہے اور تمام مفسرین کے اقوال و آراء اور تمام فقہاء، مجتہدین کے قیاسات واجتہادات کو اس بناپر کہ ان کے جواب وہ خود علماء مفسرین اور فقہاء مجتہدین ہیں نہ کہ اسلام، اپنی بحث سے خارج کر دیا، اسی اصول کو ملحوظ رکھ کر سر سید نے قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کا مصمّم ارادہ کر لیا"(۴۴)

سر سید نے اس تفسیری جدّت طرازی میں تمام معتزلہ کو بھی پیچھے چھوڑ دیا، یہی وجہ ہے کہ وہ کسی آیت کی تفسیر آثارِ صحابہؓ سے کجا، حدیثِ نبوی سے بھی نہیں کرتے۔

سر سید کا چوتھا تفسیری اصول

"آپ نے صفاتِ باری تعالیٰ کو عین ذات باری تعالیٰ قرار دیا ہے۔"

سر سید نے صفاتِ باری تعالیٰ کو عین ذات باری تعالیٰ قرار دے کر معتزلہ کی ہمنوائی کی ہے اور اصولِ تفسیر میں اسے ایک اصل کے طور پر ذکر کیا ہے۔(۴۵) جبکہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک صفات باری تعالیٰ واجب الوجود کے مفہوم سے زائد ہیں، عین ذات باری تعالیٰ نہیں ہیں۔

اللہ تعالی کے بارے میں نظریہ

اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتا ہے کہ اس کا پسندیدہ دین اسلام ہے۔

سر سید مذہب کے بارے میں کہتے ہیں:

"جو ہمارے خدا کا مذہب ہے وہی ہمارا مذہب ہے، خدا نہ ہندو ہے نہ عرفی مسلمان، نہ مقلد نہ لا مذہب نہ یہودی، نہ عیسائی، وہ تو پکا چھٹا ہوا نیچری ہے"(۴۶)

ایک دوسری جگہ رقمطراز ہیں۔

"نیچر خدا کا فعل ہے اور مذہب اس کا قول، سچے خدا کا قول اور فعل کبھی مخالف نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے ضرور ہے کہ مذہب اور نیچر متحد ہو"(۴۷)

نبوت کے بارے میں عقیدہ

نبی کے بارے میں سر سید رقمطراز ہیں:

"نبوت ایک فطری چیز ہے... ہزاروں قسم کے ملکات انسانی ہیں، بعضے دفعہ کوئی خاص ملکہ کسی خاص انسان میں از روئے خلقت و فطرت کے ایسا قوی ہوتا ہے کہ وہ اس کا امام یا پیغمبر کہلاتا ہے، لوہار بھی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے، شاعر بھی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے۔ ایک طبیب بھی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے"(۴۸)

انبیاء کرام کی شان میں گستاخی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان میں گستاخی

"حج جو اس بڈھے (ابراہیم علیہ السلام) خدا پرست کی عبادت کی یادگاری میں قائم ہوا تھا تو اس عبادت کو اسی طرح اور اسی لباس میں ادا کرنا قرار پایا تھا۔ جس طرح اور جس لباس میں اس نے کی تھی، محمد ﷺ نے شروع سویلزیشن (تہذیب) کے زمانے میں بھی اس وحشیانہ صورت اور وحشیانہ لباس کو ہمارے بڈھے دادا کی عبادت کی یادگار میں قائم رکھا"(۴۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی

آج تک ملت اسلامیہ اس بات پر متفق ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ مگر سر سید رقمطراز ہیں:

"میرے نزدیک قرآن مجید سے ان کا بے باپ ہونا ثابت نہیں ہے"(۵۰)

"اور وہ (حضرت مریم علیہا السلام) حسب قانون فطرت انسانی اپنے شوہر یوسف سے حاملہ ہوئیں"(۵۱)

معجزات انبیاء کا انکار

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معجزات کا انکار

"ہمارے علمائے مفسرین نے قرآن مجید کی آیتوں کی یہی تفسیر کی کہ حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے تھے اور وہ وہاں سے صحیح سلامت نکلے، حالانکہ قرآن مجید کی کسی آیت میں اس بات کی نص نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تھے"(۵۲)

مزید کہتے ہیں۔

"انہوں (حضرت ابراہیم علیہ السلام) نے رویا میں خدا سے کہا کہ مجھ کو دکھایا بتا کہ تو کس طرح مردے کو زندہ کرے گا پھر خواب میں خدا کے بتلانے سے انہوں نے چار پرند جانور لئے اور ان کا قیمہ کر کے ملا دیا اور پہاڑوں پر رکھ دیا اور پھر بلایا تو وہ سب جانور الگ الگ زندہ ہو کر چلے آئے"(۵۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار

"انہوں (حضرت موسیٰ علیہ السلام) نے اس خیال سے کہ وہ لکڑی سانپ ہے اپنی لاٹھی پھینکی اور وہ ان کو سانپ یا اژدھا دکھائی دیا یہ خود ان کا تصرف تھا اپنے خیال میں تھا وہ لکڑی، لکڑی ہی تھی اس میں فی الواقع کچھ تبدیلی نہیں ہوئی تھی"(۵۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار

قرآن کریم کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالی نے درج ذیل معجزات سے سر فراز فرمایا تھا۔

- مردوں کو زندہ کرنا۔
- مادر زاد اندھوں کو بینا کر دینا۔
- مٹی کی مورت میں پھونک کر اسے زندہ پرندہ بنا دینا ثابت ہے۔

مگر سر سید ان تمام معجزات کا انکار کرتے ہیں۔

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچپنے میں لڑکوں کے ساتھ کھیلنے میں مٹی کے جانور بنا لیتے تھے اور جیسے کبھی کبھی اب بھی ایسے مواقعوں پر بچے کھیلنے میں کہتے ہیں کہ خدا ان میں جان ڈال دے گا، وہ بھی کہتے ہوں گے..."(۵۴)

ایک اور جگہ بیان کرتے ہیں۔

"قرآن نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی امر وقوعی (واقعی امر) نہ تھا بلکہ صرف حضرت مسیح کا خیال زمانہ طفولیت (بچپنا) میں بچوں کے ساتھ کھیلنے میں تھا"(۵۵).

سر سید احمد خان نے میزان، پل صراط، اعمال نامے اور شفاعت کا بھی انکار کیا ہے۔(۵۶)

اسلامی عقائد و شعائر کے بارے میں عقیدہ

قرآن کریم کے بارے میں عقیدہ

سر سید قرآن مجید کو بے مثل معجزہ کی نفی کرتے ہوئے رقمطراز ہے۔

"قرآن مجید کی فصاحت بے مثل کو معجزہ سمجھنا ایک غلط فہمی ہے"۔(۵۷)

سر سید قرآن میں ناسخ و منسوخ کو نہیں مانتے ہیں۔

"ہم نے تمام قرآن میں کوئی ایسا حکم نہیں پایا اور اس لئے ہم کہتے ہیں کہ قرآن میں ناسخ و منسوخ نہیں ہے"۔(۵۸)

تورات وانجیل کے بارے میں عقیدہ

سر سید کی نظر میں توراۃ وانجیل غیر محرف ومبدل ہیں۔

چنانچہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"اگرچہ میں اس بات کا قائل نہیں ہوں کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی کتب مقدسہ میں تحریف لفظی کی ہے اور نہ علمائے متقدمین و محققین اس بات کے قائل تھے"۔ (۵۹)

عذاب قبر کے بارے میں عقیدہ

اگر عذاب قبر میں گناہ گاروں کی نسبت سانپوں کا لپٹنا اور کاٹنا بیان کیا جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ درحقیقت سچ مچ کے سانپ جن کو ہم دنیا میں دیکھتے ہیں۔ مردے کو چمٹ جاتے ہیں بلکہ جو کیفیت گناہوں سے روح کو حاصل ہوتی ہے۔ اس کا حال انسانوں میں رنج وتکلیف ومایوسی کی مثال سے پیدا کیا جاتا ہے جو دنیا میں سانپوں کے کاٹنے سے انسان کو ہوتی ہے، عام لوگ اور کٹ ملا اس کو واقعی سانپ سمجھتے ہیں"۔ (۶۰)

سیدنا امام مہدی کے بارے میں عقیدہ

"ان غلط قصوں میں سے جو مسلمانوں کے ہاں مشہور ہیں ایک قصہ امام مہدی آخر الزماں کے پیدا ہونے کا ہے اس قصے کی بہت سی حدیثیں کتب احادیث میں بھی مذکور ہیں مگر کچھ شبہ نہیں کہ سب جھوٹی اور مصنوعی ہیں... اور ان سے کسی ایسے مہدی کی جو مسلمانوں نے تصور کر رکھا ہے اور جس کا قیامت کے قریب ہونا خیال کیا ہے بشارت مقصود نہیں تھی"۔ (۶۱)

بیت اللہ کی بے حرمتی

بیت اللہ مقدس اور بابرکت گھر اور ملت اسلامیہ کے اتحاد واتفاق کا مرکزی نقطہ اور اسلام کا مرکز اور محور ہے۔ بیت اللہ دینی اور دنیاوی دونوں حیثیت سے قابل احترام ہے کیونکہ یہی تمام روئے زمین کے انسانوں کے حق میں اصلاحِ اخلاق، تکمیلِ روحانیت اور علوم وہدایت کا سامان ہے۔ نیز بیت اللہ وجود کل عالم کے قیام اور بقاء کا باعث ہے دنیا کی آبادی اس وقت تک ہے جب تک کعبہ اور اس کا احترام اور اکرام والے موجود ہیں۔ اور اس کی تعظیم وہی کرے گا جس کا دل تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہو گا۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ﴾(۶۲)

ایک دوسری آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے بیت اللہ کو مسلمانوں کے لئے بابرکت اور ہدایت کا پہلا گھر قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

﴿ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ﴾(۶۳)

ترجمہ: سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے وضع کیا گیا ہے یہ وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ بابرکت ہے اور جہاں والوں کے لئے راہنما ہے۔

عظمت بیت اللہ کی بابت دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ ﴾(۶۴)

اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو کہ گھر ہے بزرگی اور تعظیم والا' لوگوں کے لئے قیام کا باعث بنایا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو بابرکت باعث ہدایت اور لوگوں کے لئے مقام رجوع و مقام امن اور قیام کا باعث قرار دیا ہے۔ اسلئے مسلمان اللہ تعالیٰ کے بیت اللہ کو باعث صد تکریم و تعظیم خیال کرتے ہیں اور اس کی حفاظت و نگہداشت کو ایمان کا جز قرار دیتے ہیں۔

بیت اللہ کے بارے میں سر سید کی رائے ملاحظہ فرمائیں:

"جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس پتھر ک بنے ہوئے چوکھونٹے گھر میں ایسی متعدی برکت ہے کہ جہاں سات دفعہ اس کے گرد پھرے اور بہشت میں چلے گئے یہ ان کی خام خیالی ہے، اس چوکھونٹے گھر کے گرد پھرنے سے کیا ہوتا ہے اس کے گرد تو اونٹ اور گدھے بھی پھرتے ہیں تو وہ کبھی حاجی نہیں ہوئے"۔(۶۵)

اور مزید لکھا:

"کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا اسلام کا کوئی اصلی حکم نہیں ہے، نماز میں سمت قبلہ کوئی اصلی حکم مذہب اسلام کا نہیں ہے"۔(۶۶)

گویا سر سید بیت اللہ کے گرد طواف کے مقدس عمل کو "سات دفعہ اس کے گرد پھرنا" قرار دے کر طواف کے عبادت ہونے کا بھی قائل نہیں ہے پھر وہ بیت اللہ کے مقدس گھر کو انتہائی ڈھٹائی کے

ساتھ "چوکھونٹا گھر" کہہ دیا۔ اور یہ کہ طواف کا کوئی ثواب اور فائدہ ہی نہیں ہے۔ اور پھر نماز میں خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کے خلاف یہ تصور کہ یہ اسلام کا اصلی حکم نہیں ہے اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ اسلام کے سب احکام بے فائدہ ہی ہیں۔

حاصل کلام:

سر سید احمد خان کی تفسیر کے یہ چند اہم اور بنیادی اصول ہیں جن پر تحریف کی پوری عمارت کھڑی ہے۔ تحریف کی یہ عمارت اسی اصول پر قائم ہے کہ عقل کو نقل پر بہر صورت ترجیح ہو گی۔

سر سید کی تفسیر کے یہ چند اہم اور بنیادی اصول پڑھنے کے بعد یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ سر سید نے کوشش کی کہ معتزلہ کے سلسلے ہی کے فرد کہلائیں اور ان کے روحانی شاگرد روشن خیال مذہب کے موجودہ داعی بعض ڈاکٹر، فلاسفر، دانشور، پروفیسر طرز کے لوگ بھی معتزلہ کے اسی مقصد یعنی دین میں شکوک و شبہات پیدا کرنے اور لوگوں کا ایمان چوسنے کا مشن جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اور ہمارے معاشرہ کا عامی اور تھوڑا پڑھا لکھا اور آزاد خیال طبقہ ان کو اسلام کا اصل داعی سمجھ کر انہی کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزار رہا ہے۔

ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہاں پوری نے بجا فرمایا کہ:

"اس صدی کی بے دینی، بے راہ روی اور بد عقیدگی کے تمام ڈانڈے سر سید سے ملتے ہیں"۔[٦٧]

یہ ایک حقیقت ہے پرویزی، خاکساری، فکری، سمیت ہر قافلہ راہ گم کردہ کی علمی بنیادیں سر سید کے تفسیری اوراق اور تہذیب الاخلاق کے مقالات میں بآسانی تلاش کی جاسکتی ہیں، تجد دپسندی کے یہ تمام طبقے ایک ہی تسبیح کے دانے ہیں جو ہر زمانہ کی "عقلی" سطح کے ساتھ گھومتے چلے جاتے ہیں۔

سر سید کے عقائد و نظریات کا مکمل احاطہ کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے، ہم نے ان کے چند افکار پر تحقیقی و تنقیدی روشنی ڈالنے کی کوشش ہے۔ واللہ أعلم بالصواب۔

حوالہ جات و حواشی

۱) مقدمہ سر سید کی کہانی ان کی اپنی زبانی، ص:۲۲

۲) حیاتِ جاوید، الطاف حسین حالی، ارسلان بکس ص:۱/۲۲۵ نیز سر سید کی کہانی ان کی اپنی زبانی، ص:۱۰۷

۳) پاکستان کا معمار اول سر سید، ص:۵۵، طلوع اسلام، لاہور

۴) تفسیر القرآن:۱۹ص:۲

۵) تفسیر القرآن، مکتوب نواب سید مہدی علی خان، ص:۳

۶) مقدمہ تفسیر حقانی، ص:۲۲۶

۷) حیاتِ جاوید، بحوالہ نقشِ سر سید ضیاء الدین لاہوری، ص:۲۸

۸) موعظہ حسنہ، ص:۱۷۵، بحوالہ نقشِ سر سید، ص:۲۹

۹) یتیمۃ البیان لمشکلات القرآن، ص:۶

۱۰) تحریر فی اصول التفسیر، ص:۱۵/۳۱، تفسیر القرآن، ص:۶/۱۱۸

۱۱) سورۃ آل عمران:۱۳۳

۱۲) سورۃ یس:۶۳

۱۳) تفسیر القرآن از سر سید، رفاہ عام سٹیم پریس لاہور، ص:۱/۳۱

۱۴) تفسیر القرآن از سر سید، سورۂ بقرہ، ص:۱/۲۳

۱۵) تفسیر القرآن از سر سید، سورۂ بقرہ، ص:۱/۴۵

۱۶) سورۃ فاطر:۱

۱۷) سورۃ آل عمران:۱۲۳

۱۸) تفسیر القرآن از سر سید، ص:۲/۵۲

۱۹) تفسیر القرآن، ص:۱/۴۲

۲۰) تفسیر القرآن، ص:۵/۶۱

۲۱) تفسیر القرآن، سورۂ بقرہ، ص:۱/۵۶

۲۲) سورۃ البقرۃ:۹۸

۲۳) صحیح البخاري ص:۱/۲۱

۲۴) تفسیر القرآن از سر سید، ص:۱/۱۸۱، ۱۲۲، ۱۲۹، ۱۷۰

۲۵) تفسیر القرآن، ص:۳/۶۷

۲۶) تفسیر القرآن، ص:۳/۴۵

۲۷) تفسیر القرآن، سورۂ اعراف، ص :۳/۲۰۴

۲۸) سورۃ البقرۃ:۶۳

۲۹) تفسیر القرآن، ص:۱/۹۷

۳۰) تفسیر القرآن، ص:۱/۹۷

۳۱) تفسیر القرآن، ص:۲/۱۳۰

۳۲) تحریر فی اصول التفسیر، ص:۸/۲۱

۳۳) تحریر فی اصول التفسیر، ص:۸/۲۵

۳۴) تحریر فی اصول التفسیر، ص:۸/۲۱

۳۵) تفسیر القرآن، سورۂ بنی اسرائیل، ص:۶/۸۶

۳۶) تفسیر القرآن، سورۂ اٰل عمران، ص:۲/۱۴

۳۷) تفسیر القرآن، سورۂ اٰل عمران، ص:۲/۳۵

۳۸) ۔تفسیر القرآن، سورۂ اٰل عمران، ص:۲/۵۰

۳۹) تفسیر القرآن، سورۂ بقرہ، ص:۱/۹۲

۴۰) البقرۃ:۶۰

۴۱) تفسیر القرآن، سورۂ بقرہ، ص:۱/۱۱۷

۴۲) تحریر فی اصول التفسیر، الاصل التاسع، ص:۲۷

۴۳) نقشِ سر سید، ضیاء الدین لاہوری، ص:۲۷

۴۴) حیاتِ جاوید، بحوالہ سر سید کی کہانی ان کی اپنی زبانی، طلوع اسلام، لاہور، ص:۵۷

۴۵) تحریر فی اصول التفسیر، الاصل السابع، ص:۳۱

۴۶) مقالات سر سید، مجلس ترقی ادب، ص:۱۵/۱۴۷

۴۷) خود نوشت، ضیاء الدین لاہوری، جمعیتہ پبلی کیشنز، ص۵۶

۴۸) تفسیر القرآن، سر سید احمد خان، ص:۱/۲۳

۴۹) تفسیر القرآن، سر سید احمد خان، ص:۱/۲۰۶

۵۰) مکتوبات سر سید، ص:۲/۱۱۶

۵۱) تفسیر القرآن، سر سید احمد خان، ص:۲/۳۰

۵۲) تفسیر القرآن، سر سید احمد خان، ص:۸/۲۰۶
۵۳) تفسیر القرآن، سر سید احمد خان، ص:۱۳/۱۷۱
۵۴) تفسیر القرآن، سر سید احمد خان، ص:۲/۱۵۴
۵۵) تفسیر القرآن، سر سید احمد خان، ص:۲/۱۵۹
۵۶) تفسیر القرآن، سر سید احمد خان، ص:۳/۷۳
۵۷) تصانیف احمدیہ، ص:۱/۲۱
۵۸) تفسیر القرآن، سر سید احمد خان، ص:۱/۱۴۳
۵۹) تفسیر القرآن، سر سید، سورۂ فاتحہ، ص:۵
۶۰) تہذیب الاخلاق، ص:۲/۱۶۵
۶۱) مقالات سر سید، ۶/۱۲۱
۶۲) سورۃ الحج:۳۲
۶۳) سورۃ آل عمران:۹۶
۶۴) سورۃ المائدہ:۹۷
۶۵) تفسیر القرآن، ص: ۱/۲۱۱-۲۵۱
۶۶) تفسیر القرآن، ص: ۱/۱۵۷-۱۶۱
۶۷) مقدمہ سر سید کی کہانی ان کی اپنی زبانی، ص:۲۲

****